یوم سہ شنبہ

مدینۃ المسیح

قادیان ۲ ماہ تبوک۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج ۱/۲ ۶ بجے شام کی اطلاع منظہر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔ آج بعد نماز مغرب تا عشاء حضور مجلس میں رونق افروز ہو کر حقائق و معارف بیان فرماتے رہے۔

نظارت دعوۃ و تبلیغ کیطرف سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی کو یو۔پی میں تبلیغ کے لئے بھیجا گیا۔ ان کا مرکز لکھنؤ ہو گا۔ گیانی واحد حسین صاحب اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر کو کشمیر کے صوبائی جلسہ میں شمولیت کے لئے بھیجا گیا:

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۳۴ | ۳ ماہ تبوک ۱۳۲۵ھ ش | ۶ شوال سنہ ۱۳۶۵ھ | ۳ ستمبر سنہ ۱۹۴۶ء | نمبر ۲۰۵

خطبہ جمعہ

دعا کرنے سے پہلے سوچنا چاہیئے کہ میری کیا کیا ضرورتیں ہیں

جو دعا جذبات درد سے خالی ہے وہ سوکھے بادل کی طرح ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۳ اگست ۱۹۴۶ء بمقام بیت الفضل ڈلہوزی

(مرتبہ: مولوی عبد العزیز صاحب مولوی فاضل)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اب رمضان کا مہینہ ختم ہو رہا ہے۔ آج چھبیسواں روزہ ہے۔ اگر رمضان تیس دن کا ہوا تو پانچ دن اور اگر انتیس دن کا ہوا تو چار دن باقی ہیں۔ بہرحال اگلے جمعہ سے پہلے پہلے رمضان ختم ہو جائے گا۔ اور جو برکات اس سے وابستہ ہیں۔ وہ بھی ایک سال تک عام طور پر لوگوں سے چھٹ جائیں گی۔ ایک متقی انسان کے لئے تو

ہر دن ہی رمضان

کا دن ہے۔ اور ہر مہینہ ہی رمضان کا مہینہ ہے۔ اور ہر رات ہی اپنے اندر لیلۃ القدر کی برکات کو لئے ہوئے ہے اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کو

لیلۃ القدر

قرار دیا ہے۔ اور آپ کے لئے ہر دن لیلۃ القدر تھا۔ اور ہر رات لیلۃ القدر تھی۔ اور ہر صبح لیلۃ القدر تھی۔ اور ہر شام لیلۃ القدر تھی۔ لیکن کیا ہر انسان اس مقام کا ہو سکتا ہے۔ جس مقام پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ دوسرا انسان اس مقام کا ہو ہی کہاں سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

لولاک لما خلقت الافلاک

کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر تیری پیدائش میرے مدنظر نہ ہوتی۔ تو میں افلاک کو ہی پیدا نہ کرتا۔ گویا افلاک کی خلق کا مقصد رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی تھے۔ پس آپ کے بعد یہ سمجھنا کہ آپ جیسا سلوک کسی اور شخص سے بھی ہو سکتا ہے۔ بالکل

حماقت اور بے وقوفی

کی بات ہے۔ ہر انسان سے اللہ تعالےٰ کا الگ الگ سلوک ہوتا ہے۔ عام دنیا کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک رمضان مقرر کیا ہے۔ کہ تم میرے لئے روزے رکھو۔ بھوک پیاس کو برداشت کرو۔ جذبات پر ہر رنگ میں ضبط رکھو۔ جب تم یہ قربانی کرو گے۔ تو میری طرف سے تمہارے ساتھ یہ سلوک ہو گا۔ کہ میں تمہارے لئے آسمان سے اتروں گا۔ اور تمہاری دعاؤں اور التجاؤں کو سنوں گا۔ اور تمہارے لئے اپنی خوشنودی کے رستے کھول دوں گا۔ پس جب عام لوگوں کے لئے یہ مہینہ گزر جائے گا۔ تو اس کی برکات بھی ان سے رخصت ہو جائینگی۔ اس لئے

ہر مسلمان کا فرض

ہے کہ وہ اس مہینہ کی برکات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی رضا اسکو حاصل ہو جائے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے روزے نہ رکھے۔ یا وہ لوگ جن کے روزے ضائع ہو گئے۔ ان کے لئے رمضان کا آنا اور نہ آنا دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ اگر ایک شخص روزہ رکھنے کے بعد روزہ کے شرائط کو ملحوظ نہیں رکھتا یعنی زبان کو جھوٹ اور فریب سے آنکھوں کو بدنظری سے کانوں کو بری باتوں کے سننے سے نہیں بچاتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ ایسا شخص بھوکا تو بے شک رہا لیکن اس نے روزہ نہیں رکھا۔ کیونکہ اس نے روزہ کے شرائط کو پورا نہیں کیا۔ اللہ تعالےٰ کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ کوئی شخص بھوکا رہے یا روٹی کھائے کسی کے روٹی کھانے سے اللہ تعالےٰ کو نقصان کیا ہے۔ اور نہ کھانے سے کیا فائدہ ہے۔ اس میں تو

سراسر انسان کا فائدہ

ہے۔ علاوہ اور اغراض کے روزہ کی ایک بڑی غرض یہ بھی ہے۔ کہ انسان کو غریبوں مسکینوں کی تکلیف کا احساس ہو اور اسے محسوس ہو جائے کہ میرے غریب بھائی کسطرح تکلیف سے دن بسر کرتے ہیں۔ لیکن اگر اسے اس بات کا احساس نہیں ہوتا تو وہ شخص روزہ کی حقیقت سے بالکل ناآشنا ہے

ایڈیٹر:۔ رحمت اللہ خان شاکر
بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا

کیونکہ جس غرض کے لئے اللہ تعالےٰ نے روزہ مقرر کیا ہے۔ اسے اس نے نظرانداز کر دیا۔ اور اس کے صرف بھوکا رہنے سے اللہ تعالےٰ کو کیا فائدہ ہے۔ اسلام کے تمام احکام ایسے ہیں۔ کہ ان کے اندر

انسان کے لئے صدہا فوائد

ہیں۔ پس ہمارا روزے رکھنا اللہ تعالیٰ پر احسان نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کا ہم پر احسان ہے۔ کہ اس نے ہمیں روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ منافق لوگ یہ سمجھتے تھے۔ کہ ہم نے اسلام کو قبول کر کے اسلام پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتا ہے۔ کہ تو ان کو کہہ دے۔ کہ تم مجھ پر احسان نہ رکھو۔ تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی اسلامی شریعت باقی شریعتوں کی طرح چٹی نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے میں انسان کا خود اپنا ہی فائدہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کوئی انفرادی یا اجتماعی حکم مسلمانوں کو ایسا نہیں دیا۔ جو بے فائدہ ہو۔ اور غور کرنے سے اس کے فوائد نظر نہ آتے ہوں۔ اسلامی شریعت کے

تمام کے تمام احکام

ایسے ہیں جو بنی نوع انسان کی بہبودی اور بہتری کے لئے ہیں توحید ہے تو اس کا فائدہ لوٹ کر انسانوں کو پہنچتا ہے صفات الہیہ کا علم ہے تو ان کا فائدہ لوٹ کر انسانوں کو پہنچتا ہے۔ نماز ہے۔ تو اس کا فائدہ لوٹ کر انسانوں کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نماز کے متعلق فرماتا ہے ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر کہ نماز بدی اور بےحیائی کی باتوں سے روکتی ہے۔ اگر ایک انسان بدنامی اور ذلت سے بچ جائے۔ تو اس میں اللہ تعالیٰ کا فائدہ ہے یا بندے کا؟ اگر انسان فساد اور خون خرابے سے بچ جائے۔ تو اس میں اللہ تعالےٰ کا فائدہ ہے یا بندے کا اگر انسان غدار کہلانے سے بچ جائے۔ تو اس میں اللہ تعالےٰ کا فائدہ ہے یا بندے کا۔ اگر انسان ماریں کھانے اور جیل جانے سے بچ جائے۔ تو اس میں اللہ تعالےٰ کا

فائدہ ہے یا بندے کا۔ اسی طرح روزے رکھنے سے بھی انسان کا اپنا فائدہ ہے۔ کہ اس کے دل میں

روزے کی وجہ سے تقویٰ

پیدا ہو۔ اور وہ دنیوی و اخروی عذابوں اور مصیبتوں سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے روزے کی غرض و غایت یہی بیان کی ہے۔ لعلکم تتقون تاکہ تم بچ جاؤ۔ یعنی برائیوں اور بےحیائی کی باتوں اور قسم قسم کی تکلیفوں سے بچ جاؤ۔ مثلاً جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں کہ اگر روزہ نہ ہوتا۔ تو امراء اور آسودہ حال لوگ غرباء کے فاقوں کی تکلیف کو محسوس نہ کر سکتے۔ اور نہ ہی ان کی امداد کے لئے ان کے دلوں میں رحم کا جذبہ پیدا ہوتا۔ اور غرباء اپنی جگہ تکلیف میں رہتے۔ اور امراء ان کی امداد نہ کرنے کی وجہ سے ثواب سے محروم ہو جاتے۔ اور

اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا مورد

بنتے۔ لیکن اب جب ایک امیر روزہ رکھتا ہے اور اسے بھوک اور پیاس کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔ تو وہ یہ سوچتا ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ مجھے دو وقت کھانا ملتا ہے۔ لیکن صرف آگے پیچھے کر دینے کی وجہ سے مجھے اس قدر تکلیف ہوئی ہے۔ اگر اس میں ذرا بھر بھی احساس باقی ہے۔ اگر اس میں ذرا بھر بھی شرم و حیا باقی ہے۔ تو وہ اس احساس کے پیدا ہوتے ہی فوراً اس بات پر بھی غور کرے گا۔ کہ ان غرباء کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ جن کو کئی کئی دن فاقے آتے ہیں۔ جب وہ یہ سوچے گا۔ تو یقیناً اس کے دل میں

رحم کے جذبات

موجزن ہوں گے۔ اور وہ غرباء کی امداد کی فکر کرے گا۔ بڑے آدمیوں کے علاوہ رمضان کے ایام میں آٹھ دس سال کے بچے بھی اصرار کرتے ہیں۔ کہ ہم بھی سحری کھائیں گے۔ اور روزہ رکھیں گے۔ والدین بار بار منع کرتے ہیں۔ کہ تم بچے روزہ نہ رکھو۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر اس عمر میں یہ روزہ رکھے گا۔ تو اس کے اعضاء پر برا اثر پڑیگا اور اس کے اعضا کمزور ہو جائینگے لیکن اگر ان میں شرم و حیا اور کوئی غیرت باقی ہے تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی مجلس علم و عرفان

فرمودہ یکم تبوک ۱۳۲۵ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۴۶ء

آج نماز مغرب کے بعد حضور نے مجلس میں رونق افروز ہو کر بیان فرمایا۔ کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ کہ وہ آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی آزمائش بھی آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے۔ ابتداء میں انبیاء کی جماعتوں کی حیثیت ایک بچہ کی سی ہوتی ہے۔ جو زیادہ سخت مصائب کو برداشت نہیں کر سکتیں جس طرح ایک بچہ کی دماغی قابلیت نہایت معمولی ہوتی ہے۔ اور اسی قسم کی معمولی تعلیم اسے دی جاتی ہے۔ جسے وہ بآسانی اخذ کر سکے۔ ایسے ہی انبیاء کی جماعتوں کو بھی ابتداء میں بہت معمولی مصائب سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جوں جوں ان کا ایمان اور عزم پختہ ہوتا جاتا ہے۔ ذمہ واریاں اور تکالیف بڑھتی جاتی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیرہ سالہ مکی زندگی میں جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا وہ دس سالہ مدنی زندگی کی نسبت کہیں کم تھیں۔ قرآن کریم کے بھی سب احکام بیک وقت نازل نہیں ہوئے۔ اور بعض وہ چیزیں جو بعد میں ممنوع اور حرام قرار دی گئیں۔ کئی سالوں تک صحابہ کے عملدرآمد میں رہیں۔ لیکن اگر سب احکام وہ تواہی یکدم نازل ہوتے۔ تو وہ صحابہ جو ابھی ایمان کی ابتدائی منازل میں تھے۔ ان پر عمل پیرا نہ ہو سکتے۔ اور کئی ان میں سے ٹھوکر بھی کھا جاتے۔ لیکن جب وہ پوری طرح حلاوت ایمان سے آشنا ہو چکے۔ تو مصائب کی سخت سے سخت آندھی بھی ان کو متزلزل نہ کر سکی۔ اس وقت یہی معاملہ ہماری جماعت کو درپیش ہے۔ وہ مصائب و آلام جو اس وقت تک جماعت نے برداشت کئے۔ طفل مکتب کے ابتدائی درسوں کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن جوں جوں ہماری جماعت ترقی کرتی جائیگی۔ مصائب و آلام کی آندھیاں اور مخالفت کے طوفان بلائے ناگہانی کی شکل میں ان پر وارد ہوتے جائیں گے۔ اگر آج ہی ہم نے دیوانہ وار تیاری شروع نہ کر دی۔ اور بے دریغ قربانیوں کا عزم نہ کر لیا۔ تو ہماری کامیابی مشکوک ہو جائیگی۔ ہمیں فتح حاصل کیا ہوگی بمشکل اپنے ایمان کو محفوظ رکھ سکیں گے۔ میں نے آج سے دس سال قبل جماعت کو جن اہم امور اور بالخصوص تبلیغ کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اگر اس وقت سے ان پر عمل شروع کر دیا جاتا۔ تو کامیابی بہت قریب تھی۔ اب بے شک منزل کٹھن ہو گئی ہے۔ مگر اتنی کٹھن نہیں کہ ہم اسے سر نہ کر سکیں۔ اور اتنی مشکل نہیں جتنی مشکل اس سنہری موقعہ کو کھو دینے سے ہو جائیگی پس میں جماعت کو وقت پر متنبہ کر رہا ہوں۔ لیکن اگر جماعت نے اس وقت میری آواز پر کان نہ دھرا تو جماعت کا ایک حصہ غیر معمولی قربانیاں دیکر مشکل سے اپنے ایمان محفوظ رکھ سکے گا۔ اور دوسرا حصہ ارتداد کا شکار ہوگا۔

اذان کے بعد حضور نے فرمایا۔ آج سے دس سال قبل جن نامساعد حالات کی موجودگی میں جماعت کی سیاسی تنظیم کے لئے نیشنل لیگ کے قیام کی ضرورت پیش آئی تھی۔ اب پھر بالکل ویسے ہی حالات کی موجودگی میں اس کا دوبارہ قیام کیا جاتا ہے لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس قسم کی قومی تحریکوں میں وہ لوگ جو غیر معمولی جانی اور مالی قربانیوں کا وعدہ کرتے ہیں۔ مالی اعانت نہ دیکر یا بہت قلیل امداد سے مطمئن ہو کر اس کی ناکامی کا موجب بنتے ہیں۔ پہلے بھی انہی دقتوں کی بناء پر نیشنل لیگ کو ناکامی ہوئی تھی نیشنل لیگ کے قیام کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ کہ مذہبی جماعتوں کے ساتھ ساتھ سیاسی تحریک کو ترقی دینا لازمی ہوتا ہے۔ ورنہ وہ سیاسی اور جو مذہبی جماعت کی راہ میں حائل ہوں۔ ان کی سرگرمیوں کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں۔ اور اسے مقصد حقیقی سے منحرف کر سکتے ہیں۔ پس سیاسی الجھنوں کو سلجھانے کے لئے سیاسی تحریکیں ہی کارگر ہو سکتی ہیں۔

اس کے بعد حضور نے ملک کی موجودہ مسموم فضا میں جوش پیدا کرنے والے مضامین لکھنے کی ممانعت فرمائی اور الفضل کے دو تازہ مضمونوں کے متعلق فرمایا×

× کہ بجائے شور مچانے اور واویلا کرنے کے نہایت ہی عقل اور دلائل سے مشتعل دلوں کو ٹھنڈا کرنا چاہیئے۔ اور لوگوں کو سمجھانا چاہیئے کہ ہماری نیت کسی قوم کے خلاف تعدی یا شر انگیزی کی نہیں بھلا یہ کیسے ہو سکتا

کہ غریبوں اور مسکینوں کے بچوں کی قوت اور نشوونما کس طرح قائم رہ سکتی ہے۔ جبکہ انہیں فاقے پر فاقے آتے ہیں۔ پس ان اجتماعی روزوں میں یہ حکمت بھی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جو بچے میں نقل کا مادہ رکھا ہے جب وہ لوگوں کو روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہے۔ تو وہ بھی نقل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور اس طرح ماں باپ کو بچے کے فاقہ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ سال بھر میں رمضان کے ایام کے علاوہ بھی بعض لوگ روزے رکھتے ہیں۔ لیکن بچے کبھی بھی روزہ رکھنے پر اصرار نہیں کرتے۔ کیونکہ ان دنوں میں کوئی

شان اور نمود

نہیں۔ لیکن رمضان کے ایام میں بچے دیکھتے ہیں۔ کہ مرد اور عورت۔ آقا اور نوکر سب کے سب رات کو اٹھتے ہیں اور رات کو کھانا پکاتے ہیں۔ اور رات کو ہی کھانا کھا لیتے ہیں۔ بچے سمجھتے ہیں۔ کہ شائد ایسا کرنے میں کوئی خاص لذت اور خاص مزا ہے۔ جس سے مجھے گھر والے محروم کر رہے ہیں۔ اور مجھے وہ مزا نہیں لینے دیتے۔ اگر انہیں روزے سے منع کیا جائے۔ تو رونے لگیں گے۔ اور روزے کے لئے سحری کے وقت ضرور جاگ اٹھیں گے اور بڑوں کے ساتھ سحری ضرور کھائیں گے اور پھر روزہ رکھنے پر اصرار کریں گے پس

اجتماعی عبادت

ایک تماشہ بن جاتی ہے۔ اور چھوٹے بڑے سب اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ایک مقولہ مشہور ہے کہ مرگ انبوہ جشن دارد اگر کوئی شخص دیکھے۔ کہ پچاس جنازے جا رہے ہیں اور ہر ایک جنازہ کے ساتھ پچاس ساٹھ یا سو آدمی ہیں۔ تو ایسے نظارہ کو دیکھ کر وہ اموات کو بھول جاتا ہے۔ اور اسکی نظر اس طرف چلی جاتی ہے کہ یہ نظارہ کیسا ہے جس طرح جشن کی موت اپنے اندر ایک نظارے کا سامان رکھتی ہے۔ اسی طرح بچوں کے لئے یہ اجتماعی عبادت بھی ایک تماشہ کا رنگ رکھتی ہے۔ اور وہ ماں باپ کی نقل کرتے ہیں۔ اور ماں باپ کے دلوں میں ان کے لئے یہ احساس پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ کمزور ہو جائینگے۔ اگر ان کے دلوں میں ایمان ہو۔ تو یقینی طور پر ان کے دلوں میں غریبوں کے بچوں کے لئے ضرور یہ احساس پیدا ہوگا۔ کہ ہمیں ان کی کمزوری کا بھی احساس کرنا چاہیئے۔ اس بات کا ثبوت کہ ان کو ضرور غربا کی تکالیف کا بھی احساس ہو جاتا ہے۔ یہ ہے کہ اسلام سب سے پہلا مذہب ہے جس نے

راشن سسٹم

جاری کیا ہے۔ اور اسلام پہلا مذہب ہے جس نے رعایا کے کھانے اور رہائش کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہرایا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جس رنگ میں اسلام نے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ کسی اور مذہب میں اس رنگ میں حکم نہیں پایا جاتا۔ جس قسم کا فاقہ اسلام میں کیا جاتا ہے۔ کسی اور مذہب میں نہیں کیا جاتا۔ اسلام نے اپنے

ابتدائی ایام سے ہی راشننگ

کو جاری کر دیا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہر مسلمان کے کھانے اور رہائش کی ذمہ وار حکومت تھی۔ بعض نادان ایسے موقعہ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہی کیوں راشن کا طریق جاری نہ ہوا یہ نادان نہیں جانتے کہ راشن کا طریق جاری کرنا سرمایہ دار حکومت کا کام ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک تو حکومت کے پاس کوئی سرمایہ ہی نہ تھا۔ اس لئے اس وقت تک راشن کا طریق ہی جاری نہ ہو سکتا تھا لیکن بعد میں جب فراخی کے سامان پیدا ہو گئے۔ اور غیر ملک عرب کی حکومت کے تابع ہو گئے۔ اور روپیہ اور غلہ کی فراوانی ہوئی۔ تب حکومت اس قابل ہو گئی۔ کہ وہ راشن کے طریق کو جاری کر سکے۔ پس حضرت عمرؓ نے یہ طریق جاری کر دیا۔ بات یہ ہے کہ راشن اس وقت مقرر کیا جا سکتا ہے۔ جب ملک کے پاس

ہر ایک کو غذا دینے کا سامان

ہو۔ یا پھر خاص قحط اور جنگوں کی مجبوری کے وقت اس کا انتظام کیا جاتا ہے جیسا کہ اس زمانہ میں جنگ کی وجہ سے تمام ملکوں میں راشن سسٹم جاری کیا گیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چونکہ حکومت کے پاس کافی سرمایہ یا غلہ نہ تھا۔ آپ نے عام طور پر راشننگ کا طریق جاری نہیں کیا۔ لیکن تنگی کی خاص حالتوں میں آپ نے بھی اس طریق کو جاری کیا ہے۔ چنانچہ ایک

جنگ کا واقعہ

ہے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ صحابہ کے پاس خورونوش کا سامان کم ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض بالکل بھوکے رہیں۔ تو آپ نے حکم دیا کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے۔ جب سب چیزیں جمع کر دی گئیں۔ تو آپ نے غلہ کھجوریں اور ستو وغیرہ سب میں برابر برابر تقسیم کر دیئے اور یہی طریق راشننگ کا طریق ہے۔ جو طریق آپ کے لئے ممکن تھا اس پر آپ نے عمل کیا۔ اور جو طریق وسعت مالی چاہتا تھا وہ وسعت مالی حاصل ہونے پر حضرت عمرؓ نے جاری کر دیا۔ اور حکم دیا کہ جب بچہ پیدا ہو اسی وقت سے اس کی غذا کا انتظام کیا جائے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں

ساری اسلامی مملکت میں کوئی شخص

ایسا نہ تھا جو یہ جانتا ہو کہ فاقہ کیا چیز ہے۔ ہر ایک کے لئے غلہ مقرر تھا۔ اور ہر ایک کو غذا مل جاتی تھی۔ اس طریق کی طرف کس نے ہدایت دی؟ یقیناً روزوں نے۔ روزوں نے مسلمانوں کے دلوں میں غریبوں کی ہمدردی کا احساس پیدا کیا۔ اور انہوں نے قرآنی تعلیم پر غور کرکے سب کے لئے خوراک ولباس کے انتظام کا گر معلوم کر لیا۔ اور اسکے مطابق سارے ملک میں احکام جاری کر دیئے۔ اس انتظام کی وجہ سے تمام اسلامی مملکت میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو یہ جانتا ہو کہ

فاقہ کیا چیز ہے

لیکن آج کوئی ایک گاؤں بھی ایسا نہ ملیگا۔ جس میں کچھ لوگ یہ نہ جانتے ہوں کہ فاقہ کیا چیز ہے۔ کتنا بڑا فرق ہے جو اسلامی حکومت میں اور آجکل کی حکومتوں میں ہے اسلامی حکومت میں ہر شخص کو اسکی ضرورت کے مطابق غذا مل جاتی تھی۔ کیونکہ اگر غذا نہ ملے تو انسان کام نہیں کر سکتا۔ اور اگر کام نہ کرے تو وہ قوم کے لئے مفید وجود ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس اسلام کی

اجتماعی اور انفرادی عبادات

سب کی سب اپنے اندر بہت سی حکمتیں رکھتی ہیں۔ لیکن بہت کم لوگ ان حکمتوں کے متعلق سوچتے ہیں۔ اور ان عبادات سے پورے طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کے فائدہ کے لئے اس میں عادت کا مادہ پیدا کیا ہے لیکن انسان بجائے اس سے فائدہ اٹھانے کے اپنی کمزوری کی وجہ سے اندھا دھند کام کرنے لگ جاتا ہے۔ اور عادت اس کے ذہن سے اس فعل کی حکمتوں کو نکال دیتی ہے۔ اور بغیر سوچے سمجھے ہی عادت کے ماتحت کام کئے جاتا ہے۔ اور یہ نہیں سوچتا کہ یہ کام میں کیوں کر رہا ہوں حالانکہ عادت دوسری چیز ہے۔ اور پہلا مقام سوچ بچار کا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان میں

عادت کا مادہ

اسلئے رکھا ہے کہ تا جب وہ سوچ بچار کر کے ایک عمل کرنے کا فیصلہ کرے۔ تو پھر عادت سے وہ کام اس کے لئے آسان ہو جائے۔ اور کم سے کم وقت میں وہ اسے بجا لائے۔ اگر عادت کا مادہ نہ ہوتا۔ اور ہر دفعہ ہر عمل کے وقت سوچ اور فکر سے کام لیتا تو بہت ہی تھوڑا کام کر سکتا اور اسکی طبیعت پر بے حد بوجھ ہوتا۔ اس نقصان سے بچانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے انسان میں عادت پیدا کر دی ہے۔ تا وہ متواتر کام کرتا چلا جائے اور اسے ہر کام کے لئے نئے سرے سے جدوجہد نہیں کرنی پڑتی۔ اور آپ ہی آپ

طبعی طور پر

اس سے افعال صادر ہوتے جاتے ہیں اگر ہر دفعہ کسی کام سے پہلے ہم سوچا کریں کہ ہم نے یہ کام کرنا ہے پھر یہ سوچیں کیوں کرنا ہے۔ تو یہ کام بہت مشکل ہوتا اس لئے اللہ تعالےٰ نے انسان کی یہ عادت بنا دی ہے کہ وہ افعال کی نوعیت کے متعلق سوچتا ہے۔ اور انکے نفع و نقصان کے متعلق فیصلہ کرتا ہے پھر وہ ان کاموں کو عادت کے طور پر بغیر کسی خاص جدوجہد کے سرانجام دیتا چلا جاتا ہے۔ پس عادت نے بہت بڑا فائدہ انسان کو پہنچایا ہے۔ بشرطیکہ ان افعال کی حکمتیں اس کے ذہن سے نہ نکلیں۔ اور غور و فکر کا مادہ اس میں قائم رہے۔ لیکن اس وقت حالت یہ ہے کہ غور و فکر جو اصل چیز تھی۔ اسکو لوگوں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عادت کا غلام

بنا دیا ہے۔ بجائے اس کے کہ عادت تابع ہو فکر اور تدبر کے تدبیر اور فکر کو عادت کے تابع کر دیا ہے۔ انگریزی میں ایک مثال ہے۔ کہ گھوڑا پیچھے گاڑی آگے۔ انسان کے لئے پہلا مقام غور و فکر کا ہے۔ اور دوسرا مقام عادت کا ہے۔ لیکن اب لوگوں نے عادت کو پہلا مقام اور غور و فکر کو دوسرا مقام دے دیا ہے۔ اگر ان سے

کسی کام کی حکمت

کے متعلق پوچھا جائے۔ کہ آپ لوگ یہ کام کیوں کرتے ہیں۔ تو کہہ دیتے ہیں۔ ہمیں تو معلوم نہیں۔ ہمارے باپ دادے ایسا کرتے تھے۔ اس لئے ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔ جب میں حج کے لئے گیا۔ تو ہمارے ساتھ ایک سیدھے سادے آدمی تھے۔ نانا جان مرحوم ان کو اپنے ساتھ حج کے لئے لے گئے تھے۔ ان کا نام عبدالوہاب تھا۔ ایک دن ہم جدے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو میں نے ان سے پوچھا۔ کہ آپ کا مذہب کیا ہے۔ کہنے لگے میرا مذہب۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ کا مذہب۔ میں سمجھا کہ وہ کوئی جواب دیں گے۔ لیکن وہ خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر رکنے کے بعد میں نے دوبارہ کہا۔ کہ میں نے آپ سے پوچھا ہے کہ آپ کا مذہب کیا ہے۔ تو کہنے لگے آپ اتنی جلدی کیوں کرتے ہیں۔ ذرا سوچ لینے دیں۔ میں نے کہا آپ گھر سے حج کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ کا مذہب کیا ہے۔ میرا مطلب یہ تھا۔ کہ آپ حنفی ہیں یا شافعی ہیں۔ یا اہل حدیث ہیں۔ میرے سوال پر پھر وہ کہنے لگے۔ آپ اتنی جلدی کیوں کرتے ہیں۔ سوچ تو لینے دیں۔ میں نے کہا۔ مذہب تو سوچی ہوئی چیز ہے۔ کچھ دیر کے بعد کہنے لگے۔ کہ میں وطن جا کر

اپنے ملا سے لکھوا کر

آپ کو بھجوا دوں گا۔ میں نے کہا۔ میں آپ کا مذہب پوچھ رہا ہوں۔ آپ کے ملا کا مذہب نہیں پوچھ رہا۔ تو جس طرح کوئی انسان چڑ جاتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے چڑ کر کہا۔ کہ آپ اتنی جلدی کیوں کرتے ہیں۔ مجھے سوچ تو لینے دیں۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگے۔

میرا مذہب ہے علیہ

ان کا مطلب یہ تھا۔ کہ میرا مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ باقی تو وہ کہہ نہ سکے۔ اور صرف علیہ کہہ دیا۔ میں نے کہا علیہ تو کوئی مذہب نہیں۔ پھر کہنے لگے۔ اچھا سوچ تو لینے دیں۔ پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگے میرا مذہب ہے امام علیہ۔ اسی طرح آگے پیچھے کر کے ایک ایک ٹکڑا ملاتے گئے۔ مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہ کہہ سکے پھر میں نے ان سے پوچھا۔ اچھا آپ یہ تو بتائیے۔ کہ آپ کو حج کرنے کی کیا سوجھی۔ کہنے لگے۔ میں نے کیا حج کرنا تھا۔ میرے بیٹے کہیں سے سن کر آئے۔ کہ فلاں کے باپ نے حج کیا ہے۔ تو میرے بیٹوں نے مجھے مجبور کیا۔ کہ جا کے حج کر کے آؤ۔ اس لئے میں حج کرنے کے لئے آ گیا ہوں۔ اب یہ بھی عادت پہلے فکر پیچھے والی مثال ہے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ تو ان کو فکر لاحق ہوئی اور وہ سوچنے لگے کہ میرا مذہب کیا ہے۔ اسی طرح بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز اور روزہ بھی بطور عادت کے کرتے ہیں۔ اگر ان کو کوئی پوچھے کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ تو ان کو فکر لاحق ہوتی ہے۔ ورنہ اندھا دھند عادت کے ماتحت کام کرتے چلے جاتے ہیں۔ بیسیوں غیر احمدی نوجوانوں سے میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا ثبوت پوچھا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ بس آپ سچے تھے۔ میں نے کہا۔ اس سے تو ہمیں بھی انکار نہیں۔ اور نہ ہی کسی مسلمان کو اس سے انکار ہو سکتا ہے لیکن آخر کوئی دلیل بھی تو ہونی چاہیئے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ اور انہوں نے تسلیم کیا کہ ہم نے کبھی اس کے متعلق غور نہیں کیا۔ ایسے لوگوں کو کچھ معلوم نہیں۔ کہ قرآن کریم کیوں سچا ہے حالانکہ ان میں سے کئی ایسے ہونگے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں جان تک دینے سے دریغ نہ کریں گے۔ لیکن ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ

آپ کی سچائی کی دلیل

کیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے عادت کو پہلے بنا لیا اور غور و فکر کو پیچھے کر دیا ہے۔ لیکن مومن کی نگاہ ایسی نہیں ہوتی کہ وہ فکر کو عادت کے تابع کر دے اب رمضان ختم ہو رہا ہے۔ جتنے دن باقی ہیں۔ ان میں بہت دعائیں کرو۔ اور اگر پہلے کوئی سستی تھی۔ تو اسے ترک کر دو۔ لیکن یاد رکھو کہ دعا بھی

بعض لوگ عادت کے طور پر کرتے ہیں۔ اور اس بات کو نہیں سوچتے کہ ہماری ضرورت کیا ہے۔ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے۔ ہم اللہ تعالٰے سے وہ مانگیں۔ بعض کا ہاتھ مالی لحاظ سے تنگ ہوتا ہے۔ بعض میں اخلاقی کمزوریاں ہوتی ہیں۔ بعض کی علمی قابلیت کم ہوتی ہے۔ بعض کی صحت خراب ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک کی ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ جب انسان دعا کرنے سے پہلے سوچے گا۔ کہ مجھے کیا دعا مانگنی چاہیئے۔ تو اسے

اپنی تمام کمزوریوں کا علم

ہو جائے گا۔ اور جب اسے اپنی کمزوریوں کا علم ہو جائے گا۔ تو یقینی بات ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے حضور بہت رقت اور درد کے ساتھ دعا کرے گا۔ اور دوسرے خود بھی کوشش کرے گا۔ کہ یہ کمزوریاں مجھ میں نہ رہیں۔ اور ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے گا۔ اگر اس طرح سوچ سمجھ کر دعا کی جائے۔ تو اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس دعا کو جلدی قبول فرمائیگا۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اس کے نفس کو اپنی ضرورتوں کے معلوم کرنے کی عادت پڑے گی۔ اصل میں

دعا نفس کا محاسبہ

ہے۔ بشرطیکہ کوئی سچے طور پر دعا مانگے۔ لیکن عام طور پر لوگوں نے بعض فقرات یاد کئے ہوتے ہیں۔ ہر دعا کے وقت وہی فقرے دوہرا دیتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ عام طور پر لوگ دعا کے وقت یہ فقرہ بہت کہتے ہیں۔ اے خدا تو ہماری دنیا بھی درست کر دے اور دین بھی درست کر دے۔ دنیا کی درستی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو تنگدستی سے بچالے۔ اور ان کی حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ اندر مال بھرا پڑا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ دنیا تو میرے پاس موجود ہے۔ مجھے اس کے مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسے شخص کی دنیا کی درستی تو یہ ہے کہ اس کے پاس سے وہ مال خدا کی راہ میں خرچ ہو۔ اور اس کے لئے ثواب اور نیکی کا موجب بنے نہ یہ کہ اور مال اسکو حاصل ہو۔ جو کمرہ سامان سے بھرا ہوا ہو۔ اسکی درستی یہ ہے۔ کہ اس میں سے کچھ سامان نکال لیا جائے۔ نہ یہ کہ اس میں کچھ اور سامان ڈال دیا جائے۔ یہ

دعا ایک عادت کے ماتحت

کی جاتی ہے۔ کسی غریب آدمی کو دعا کرتے سنا کہ اے خدا تو میری دنیا کی درستی کر دے۔ اور مجھے مال میں فراخی بخش۔ بس اس نے سنکر بغیر غور کئے دعا کرنی شروع کر دی۔ دعا کا یہ طریق نہیں ہے بلکہ

دعا کا طریق

یہ ہے کہ انسان دعا کرنے سے پہلے سوچے۔ اور غور کرے کہ میری کیا کیا ضرورتیں ہیں۔ اس کے بعد وہ خدا تعالےٰ کے سامنے اپنی ضرورتوں کو رکھے۔ یہ دعا اصل دعا ہوگی۔ کیونکہ جب اسے اپنی کمزوریوں اور اپنی ضرورتوں کا احساس ہو جائیگا۔ تو وہ ضرور ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور ہو سکتا ہے کہ سجدہ کرنے سے پہلے ہی اسکی اصلاح ہو جائے۔ کیونکہ حقیقی احساس بھی

کمزوریوں کے دور کرنے کا

ایک بہت بڑا علاج ہے۔ پھر ہر زمانہ کے کچھ عیب ہوتے ہیں۔ ہمیں اپنے زمانہ کے عیبوں کے متعلق سوچ بچار کر کے دعا کرنی چاہیئے۔ صرف اتنا کہنے سے کہ اے خدا رحم کر۔ اے خدا رحم کر۔ رحم نہیں ہوتا۔ جبتک وہ ضرورت مدنظر نہ ہو۔ جس کے لئے رحم طلب کیا گیا ہے۔ اس زمانہ میں ہندوستان کے لوگوں میں ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک ذہن کی کوئی قیمت نہیں۔ جو چیز زیادہ سے زیادہ ان کے سامنے آتی ہے۔ وہ اسی کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ کسی بات کے متعلق سوچ بچار کر کے اس کے غلط یا صحیح ہونے کا اندازہ لگا سکیں۔ اور ذہن کو بالکل عضو معطل کی طرح چھوڑا ہوا ہے حالانکہ ذہن ایسی چیز ہے کہ اگر اس کے بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ تو وہ بڑھ سکتا ہے۔ لیکن ہمارے لوگوں کی نظر روزمرہ کے کاموں سے آگے تجاوز ہی نہیں کرتی۔

داناؤں کا قول

ہے۔ کہ ایک ضرورت پیش آئے۔ تو دس اور متعلقہ ضرورتوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ لیکن آج کل حالت یہ ہے کہ بالکل بے سوچے سمجھے سیدھا چلتے چلے جاتے اور اپنے دائیں بائیں ماحول کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں منافقوں کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے

نشان پر نشان

اسلام کی صداقت کے لئے ظاہر ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ لوگ

سؤروں کی طرح

سیدھے ایک سمت میں چلتے چلے جاتے ہیں۔

-903
Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اپنے اردگرد کے حالات کو نہیں دیکھنے۔ ذہین آدمی کا کام ہے کہ اس کا منہ خواہ کسی طرف پھیر دو اور اس کے سپرد خواہ کوئی کام کرو۔ وہ اپنے اردگرد کے حالات کا خوب مطالعہ کرے گا۔ اور ان کے متعلق چوکس اور چوکنا رہے گا۔ اور اس کی باتوں میں معقولیت کا رنگ ہوگا لیکن غیر ذہین اور غافل آدمی بعض دفعہ ایسی بات کرتا ہے جو اس کی

ذلت اور رسوائی کا موجب

ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بزرگ کا قصہ سنایا کرتے تھے۔ دراصل بزرگ تو نہیں لیکن بزرگ بن بیٹھا تھا۔ اس علاقہ کے بادشاہ کو اس کے وزراء نے مشورہ دیا کہ اس کے پاس دعا کرانے کے لئے چلنا چاہیئے۔ چنانچہ بادشاہ ان کے مشورہ کے مطابق اس بزرگ کو ملنے کے لئے گیا۔ جب اس بزرگ سے باتیں شروع ہوئیں تو اس بزرگ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ بادشاہ سے اس قسم کی باتیں کروں جن سے

بادشاہ پر رعب

پڑے۔ چنانچہ اس نے کہنا شروع کیا۔ اے بادشاہ اپنی رعایا سے انصاف کرنا چاہیئے اور نہیں دوسرے مسلمان بادشاہوں پر سبقت لے جانی چاہیئے۔ تم سے پہلے ایک مسلمان بادشاہ سکندر ذوالقرنین گزرا ہے۔ وہ بہت انصاف کرنے والا تھا۔ مسلمان بادشاہوں کو دوسرے علموں کے متعلق بے شک نادقفیت ہوگی۔ لیکن وہ تاریخ کا علم ضرور رکھتے تھے۔ کیونکہ انہیں پہلی حکومتوں کے حالات سے کسی حد تک سبق لینا ہوتا تھا۔ اور ان کے نظام کے حسن وقبح پر نظر رکھنی ہوتی تھی۔ جب اس نے یہ کہا کہ سکندر (ذوالقرنین) ایک مسلمان بادشاہ تھا۔ تو بادشاہ کو اس کی بزرگی کا اندازہ ہوگیا۔ بادشاہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنے وزراء سے کہنے لگا کہ یہ تو نہایت جاہل شخص ہے۔ اگر یہ تاریخ کے متعلق نہیں جانتا تھا تو اسے میرے سامنے تاریخ بگھارنے کی ضرورت کیا تھی۔ اب یہ اس (بزرگ) کی بیوقوفی تھی کہ اس نے ایک ایسا رستہ اختیار کیا۔ جس کے متعلق اسے علم نہ تھا۔ اگر وہ ذہین ہوتا بجائے ایسی باتوں کے کوئی اور نصیحت کرتا پس ذہن کی تیزی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے لئے

ہر علم میں مشعل راہ

ہوتی ہے۔ ذہین آدمی دینی معاملات کو بھی بہت جلد سمجھ لیتا ہے اور دنیوی معاملات کو بھی بہت جلد سمجھ لیتا ہے۔ مثلاً ایک ذہین آدمی آجکل اخباروں کو ضرور پڑھے گا۔ تاکہ اسے یہ معلوم ہوتا رہے کہ اس کی قوم کو کس کس قسم کی مشکلات پیش آرہی ہیں اور اسے کس قسم کی تیاری کرنی چاہیئے۔ لیکن باوجود اس نازک زمانہ کے تمہیں ہزاروں ہزار نوجوان ایسے ملیں گے جو گپیں ہانکتے رہیں گے لیکن اخبار کا مطالعہ نہیں کریں گے۔ اور

اپنی قوم کی بہتری

اور فائدہ کے لئے کوئی کوشش نہیں کریں گے۔ ان کے دماغ پراگندہ ہوگئے ہیں۔ اور ذہن مردہ ہوگئے ہیں۔ اور ان کو قومی خوبیاں یا قومی نقائص نظر ہی نہیں آتے پس ایک مومن کو چاہیئے کہ وہ بجائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ کے حضور یہ دعا کرے کہ یا اللہ رحم کر یا اللہ رحم کر اپنی ذہنی حالت۔ اپنی علمی حالت اور اپنی ضرورتوں کا خود مطالعہ کرے اور پھر اللہ تعالےٰ سے دعا کرے کہ اے خدا تو میرے ذہن میں جلا پیدا کردے۔ یا الٰہی تو میرے دماغ میں وسعت پیدا کردے کہ وہ باریک سے باریک مضامین کو اخذ کرسکے۔ یا الٰہی تو مجھے دینی مسائل سمجھنے کی توفیق عطا فرما۔ اور تقوٰی کی باریک راہیں مجھ پر کھول دے۔ ایسی دعا صرف دعا ہی نہیں ہوگی بلکہ وہ ایک مدرسہ ہوگی جس میں اس کے ذہن اور

عقل کی تیزی کے سامان

ہوں گے۔ اور اللہ تعالےٰ کا اس دعا کو قبول کرنا ایک زائد بات ہوگی۔ میں نے ذہانت کے متعلق بتاتے ہوئے ایک بزرگ کی مثال دی ہے لیکن اس سے بڑھ کر ایک تازہ مثال مجھے یاد آئی ہے۔ میں نے پچھلے خطبہ میں انڈونیشیا کی ہمدردی کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی۔ جب وہ خطبہ میرے پاس نظر ثانی کے لئے آیا تو مجھے اس کو پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ ہماری جماعت دوسری تمام جماعتوں سے تعلیمی معیار کے لحاظ سے اول نمبر پر ہے۔ اور ہمارا یہ دعوٰی ہے کہ ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے۔ لیکن مجھے سخت حیرت ہوئی کہ خطبہ نویس مولوی فاضل ہے اور جامعہ احمدیہ کا پاس شدہ ہے۔ اس نے خطبہ میں میری طرف یہ منسوب کیا ہے کہ گویا میں نے کہا تھا کہ انڈونیشیا میں فرانسیسی حکومت ہے۔ ہمارے مبلغ انڈونیشیا میں ہیں۔ اور تبلیغی رپورٹیں چھپتی رہتی ہیں۔ لیکن اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ انڈونیشیا میں کونسی حکومت ہے۔ ہمارے مبلغ وہاں بیس سال سے کام کررہے ہیں۔ اگر مبلغ نہ بھی ہوتے تو بھی میرا خدا کے فضل سے مطالعہ اتنا وسیع ہے کہ میں اس قسم کی غلطی نہیں کرسکتا تھا۔ اگر اسے صحیح طور پر علم نہیں تھا۔ تو اگر اس میں غور کرنے کا مادہ ہوتا تو وہ فوراً کسی سے پوچھ لیتا۔ یا اخبار کی طرف توجہ کرتا۔ اگر اسے پہلے علم نہ تھا تو اسے میرے منہ سے سن کر ہی یاد رکھ لینا چاہیئے تھا کہ وہاں ڈچ حکومت ہے یا فرانسیسی حکومت ہے

حیرت کی بات ہے

کہ اکثر جگہ ڈچ کا لفظ لکھ کر کاٹا ہوا ہے اور اس کی جگہ فرانسیسی حکومت لکھی ہوا ہے۔ اس نیک بخت کو اتنی بھی توفیق نہیں ملی کہ اخبار ہی پڑھ لیتا۔ معلوم نہیں لکھتے وقت اس کا دل کس فکر میں تھا۔ بس ایک ہی فکر ایسے لوگوں کو رہتا ہے کہ شام کو کیا کھانا ہے اور صبح کو کیا کھانا ہے۔ ایک اور مضحکہ خیز بات لکھی ہے۔ میں نے تو کہا تھا کہ اسلامی ممالک کو ایک دوسرے سے ہمدردی نہیں گو اب بین الاقوامی اتحاد کے لئے وہ عرب لیگ میں شامل ہوگئے ہیں لیکن ان میں سے کوئی ملک یہ نہیں چاہتا کہ وہ دوسرے ملک کے تابع اور ماتحت ہو۔ شام یہ نہیں چاہتا کہ وہ مصر کے ماتحت ہو۔ اور مصر یہ نہیں چاہتا کہ وہ شام کے ماتحت ہو۔ فلسطین اس بات کے لئے تیار نہیں کہ وہ شام کے ماتحت رہے۔ اور شام اس بات کے لئے تیار نہیں کہ وہ فلسطین کے ساتھ مل کر رہے۔ ایک مسلمان حکومت ٹرکی کی ہے وہ بھی ایک عرصے سے عربوں سے دلچسپی نہیں رکھتا۔ بے شک پہلے عرب کا علاقہ ٹرکی کے ماتحت تھا۔ لیکن جب سے عرب نے آزادی حاصل کی ہے اس وقت سے ٹرکی کو عرب سے کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی۔ میں نے تو یہ کہا تھا لیکن خطبہ لکھنے والے نے لکھ دیا کہ میں نے کہا تھا کہ ایک ہزار سال پہلے ٹرکی کو عرب سے دلچسپی تھی۔ ایک ہزار سال سے ٹرکی کو عرب سے کوئی دلچسپی نہیں رہی یعنی ایک ہزار سال پہلے تو عرب حکومت اور ٹرکی کے تعلقات اچھے تھے۔ اب ایک ہزار سال سے وہ تعلقات منقطع ہوگئے ہیں۔ خطبہ لکھنے والے کو اتنا بھی علم نہیں کہ ٹرکی کی حکومت کو قائم ہوئے چھ سو سال ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے وہاں پر عیسائی حکومت تھی۔ تو ایک ہزار سال پہلے کس طرح اس حکومت کے تعلقات عربوں سے اچھے تھے۔ اس سے زیادہ جہالت اور کیا ہوسکتی ہے۔ بس اس کا علم فَعَلَ فَعَلَا۔ فَعَلُوا پر آکر ختم ہوگیا ہے اور اسے ضرورت نہیں محسوس ہوتی کہ وہ حکومتوں کے حالات اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرے

ایک بات میری طرف خطبہ میں یہ منسوب کی ہے کہ شمالی افریقہ کے مسلمان بالکل جاہل ہیں۔ وہ اسلامی دنیا کو زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ حالانکہ میں نے مغربی افریقہ کہا تھا۔ شمالی افریقہ کا ملک تو مصر ہے جو علم میں بہت بڑھا ہوا ہے اور ساری اسلامی دنیا سے زیادہ بیدار ملک ہے۔ یہ خطبہ نویس مولوی صاحب تو وہاں کے علما سے سالہا سال پڑھ کر بھی شاگردی کے مقام سے آگے نہیں نکل سکتے۔

پس دعا کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ انسان اپنی کمزوریوں اور اپنی ضرورتوں کو اپنے سامنے لائے۔ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرے۔ یہ دعا ایسی ہوگی۔ جو اسے فائدہ پہنچائے گی۔ اور اس کے لئے

کامیابی کے رستے

کھول دے گی۔ ورنہ یونہی یا اللہ رحم کر یا اللہ رحم کر کہتے جانا انسان کی فلاح اور کامیابی کا موجب نہیں ہوسکتا۔ لیکن جو شخص اپنی کمزوریوں کا ندامت کے ساتھ احساس کرے گا۔ اور اپنی حقیقی ضرورتوں اور اپنی جہالت اور کم علمی کا احساس کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کے آستانہ پر گرے گا۔ وہ جاہل ہونے کی حالت میں رمضان میں داخل ہوگا — اور عالم بن کر رمضان سے نکلے گا۔ گو ان چیزوں میں انسان کی اپنی قابلیتوں اور استعدادوں کا بھی دخل ہوتا ہے۔ لیکن بہرحال ایسی دعائیں کرنیوالا شخص پہلے کی نسبت بہت آگے نکل جائیگا ہر شخص سے

اللہ تعالیٰ کا الگ الگ معاملہ

ہوتا ہے۔ میرے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے۔ وہ ہر شخص سے نہیں ہو سکتا۔ میں نے دیکھا ہے۔ مختلف علوم جن سے مجھے دلچسپی ہے۔ وہ رب کے سب خدا تعالیٰ نے مجھے سکھائے ہیں۔ اور یہ ان دنیادی علوم کے متعلق بڑی محنت سے تحقیقات کر کے جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں جب میں ان کتابوں کو دیکھتا ہوں۔ تو مجھے ان کی کتابیں پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ابھی

ابتدائی مسائل

بیان کر رہے ہیں۔ ہاں جن علوم سے مجھے دلچسپی نہیں۔ وہ مجھے بالکل نہیں آتے مثلاً کوئی کہے۔ کہ تمہیں باجا بجانا آتا ہے تو میں کہوں گا۔ نہیں کیونکہ مجھے اس سے کسی قسم کی دلچسپی نہیں۔ پس جو سلوک اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ ہے وہ ہر ایک کے ساتھ نہیں۔ عام طور پر انسان محنت کوشش کر کے ہی کسی چیز کو حاصل کرتا ہے۔ یہ اس کا محض فضل ہے۔ کہ ایک شخص جو ظاہری لحاظ سے اس سلوک کا مستحق نظر نہیں آتا۔ وہ اس پر اپنا فضل نازل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا عام قانون

یہی ہے۔ کہ انسان کوشش کرے۔ تو وہ مطلوبہ چیز کو حاصل کرنے میں بہت حد تک کامیاب ہو جاتا ہے۔ سقراط اور ارسطو نے فلسفے وغیرہ کے جو اصول مقرر کئے ہیں وہ سب ان کی سوچ بچار کا نتیجہ ہیں اور ان کی ذہنی کوشش کا پھل ہیں پس تم سوچ سمجھ کر دعائیں کرو۔ اور اپنی قوم کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر اور ان کا احساس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرو اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعاؤں کو سنے گا۔ اور رمضان کا مہینہ تمہارا استاد بن جائے گا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ سوچ بچار کرنے سے تم اپنے استاد آپ بن جاؤ گے۔ بعض لوگ مجھے کہتے ہیں۔ کہ ہمیں کوئی دعا سکھا دیں۔ میں انہیں جواب دیا کرتا ہوں کہ سورۃ فاتحہ ہی

سب سے بڑی دعا

ہے۔ جب وہ تمہیں آتی ہے۔ تو پھر تمہیں کسی اور دعا کے سیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ دوسروں کے دعائیں سکھلانے سے کچھ نہیں بنتا۔ اصل دعا وہ ہے۔ جو انسان کے اندر سے آپ پیدا ہوتی ہے یہ صاف بات ہے۔ کہ جو درد اندر سے پیدا نہ ہو دوسرے لوگوں کے کہنے سے پیدا نہیں ہو سکتا اور

دعا کی قبولیت کیلئے سب سے ضروری چیز

یہ ہے۔ کہ اس کے ساتھ رقت اور سوز و گداز ہو۔ جتنا سوز و گداز زیادہ ہوگا۔ اتنی ہی دعا قبولیت کا رنگ اختیار کرے گی۔ کسی نے کہا ہے۔ جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جائے جو مرتے نہیں ان کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ صرف منہ سے کہہ دینے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ جب تک اس دعا کے ساتھ پر درد جذبات نہ ہوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

یتیم اور مظلوم کی دعا

کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ وہ عرش الٰہی کو ہلا دیتی ہے۔ انہیں کوئی لمبی لمبی دعائیں کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی ایک آہ ہی عرش کو ہلانے کے لئے کافی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ درد کے جذبات سے پر ہوتی ہے اور وہ اس بادل کی طرح ہوتی ہے۔ جو پانی سے پر ہوتے ہیں۔ اور اپنے پانی سے زمین کا چپہ چپہ گیلا کر دیتے ہیں۔ اور جو دعا

جذبات درد سے خالی

ہے۔ وہ سوکھے بادل کی طرح ہے۔ کہ جس میں پانی کا ایک قطرہ نہیں ہوتا۔ صرف اس کے ساتھ آندھی ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات وہ گھروں کی چھتوں کو اڑا کر لے جاتا ہے۔ پس تمام احمدی دوستوں کو اپنے لئے، اپنے ہمسایوں کے لئے اپنی جماعت کے لئے باقی مسلمانوں کے لئے

موجودہ زمانہ کی مشکلات اور اسکے خطرات

کو سوچ سوچ کر دعائیں کرنی چاہئیں۔ تا ان کی دعائیں جذبات کے ماتحت ہوں۔ اور باقی مسلمانوں کو بھی تحریک کرنی چاہیئے۔ کہ وہ دعا کی طرف توجہ کریں۔ افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں میں اس وقت

دعا کی اہمیت کا احساس

نہیں رہا۔ بیٹھے ہوئے تسبیحیں پھیرتے ہیں لیکن نماز روزہ اور دعا کی غرض سے ناواقف ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں قرآن کریم کی محبت کم ہو گئی ہے۔ اور اس کی تعلیم سے ناآشنا ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب ان کے دلوں میں قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو قائم کرنا چاہیئے۔ اور انہیں اس تکلیف اور مصیبت کا احساس کرانا چاہیئے۔ جو ان پر پڑنے والی ہے۔ اگر ان کو اس مصیبت کا احساس ہو جائے۔ اور درد دل سے دعاؤں میں لگ جائیں۔ تو یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ وہ خدا جس نے یونس علیہ السلام کی قوم کی دعاؤں کو سن کر ان سے عذاب کو ٹلا دیا تھا۔ وہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت

کی دعاؤں کو نہ سنے

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگہدار

آخر کنند دعوئے حب پیمبرم

اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سمجھایا ہے۔ کہ دیکھو یہ مسلمان تمہیں تکلیفیں بھی دیں گے۔ تمہارے آدمیوں کو قتل بھی کریں گے۔ تمہیں ہر قسم کے دکھ ان کے ہاتھوں سے پہنچیں گے۔ لیکن دیکھنا غصے نہ ہونا کیونکہ یہ آخر کنند دعوئے حب پیمبرم کہ آخر تمہارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا لحاظ ضرور کرنا۔ اور ان کی سخت باتوں پر خفگی کا اظہار نہ کرنا۔ پس ہماری جماعت کے دوستوں کو دوسرے مسلمانوں کو بھی سمجھانا چاہیئے۔ کہ وہ بھی دعاؤں میں لگ جائیں۔ اور درد دل سے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ وہ ان مصائب کو مسلمانوں سے دور کر دے اور جیسا کہ میں نے کہا ہے

جماعت کا فرض

ہے کہ وہ سمجھ سوچ کر دعائیں کرے۔ اور ایسی دعائیں کرے۔ جو اپنے ساتھ پر درد جذبات رکھتی ہوں اگر تم درد دل سے دعائیں کرو گے تو تمہاری دعا پانی سے پر بادل کی طرح ہوگی جو زمین پر سیلاب لے آتا ہے۔ اور اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیت

وصیت منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہے۔ کہ اگر کسی کو اعتراض ہو تو دفتر کو اطلاع کر دے (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

۹۵۸۲ منکہ امۃ العزیز بیگم زوجہ صوفی محمد ابراہیم صاحب قوم شیخ عمر ۳۴ سال پیدائشی احمدی ساکن بنگہ ڈاکخانہ خاص ضلع جالندھر تعالیٰ ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶ ۸ ۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری جائداد حسب ذیل ہے۔ مہر مبلغ ۵۰۰/- روپے۔ چوڑی طلائی ایک تولہ ۸ ماشہ گھڑی چوڑی طلائی دو عدد ۲ تولہ ۲ ماشہ مندری طلائی ۱۰ ماشہ کانٹے طلائی ۹ ماشہ علاوہ ازیں چین لڑی قیمتی ۳۰ روپے ہیں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں نیز میری وفات پر اسکے علاوہ کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی

خوشخبری

ایسٹ بنگال اور آسام میں کمیشن ایجنسی

یہ ایجنسی وہاں سے چاول، کافی، جیوٹ، ٹن، طمس سپلائی کر سکتی ہے اور وہاں کے لوگوں کے لئے وولن گڈس لاس گڈس الیکٹریکل آرٹیکلز بلٹنگ گڈس کٹلری گڈس وغیرہ سپلائی کر سکتی ہے۔ دوست زیادہ سے زیادہ تعاون فرما کر خدمات حاصل کریں:-

پروپرائیٹر:- ایم اے شریف ہاشمی اینڈ کو بخشی بازار

ایسٹ بنگال و آسام کمیشن ایجنسی ڈھاکہ

مسٹر راما آئر چیف فنانشل اڈوائزر او ۔ ٹی ریلوے کا مطالبہ

۹۰۶

جناب ڈپٹی جنرل مینیجر صاحب او ۔ ٹی ریلوے تحریر فرماتے ہیں ۔ کہ میں آپ کی سونے کی گولیوں کا مجسم اشتہار بن گیا ہوں ۔ مسٹر راما آئر چیف فنانشل اڈوائزر کو ایک ہفتہ کا کورس بطور نمونہ دیا گیا تھا ۔ انہیں بے حد فائدہ ہوا ۔ ایک ماہ کا کورس ان کے لئے جلد بھیجدیں ۔ سونے کی گولیاں رجسٹرڈ زائل شدہ طاقت کو بحال کر کے جسم کو فولاد کی طرح مضبوط کر دیتی ہیں ۔ قیمت ایک روپے کی چار گولیاں

مینیجر طبیہ عجائب گھر رجسٹرڈ قادیان !

شباکن و شفائی

یہ دونوں دوائیں ملیریا اور دوسرے بخاروں کے لئے بہترین یونانی دوائیں ہیں ۔ شباکن پسینہ لاکر بخار اتار دیتی ہے ۔ جگر اور طحال کو صاف کرتی ہے ۔ معدہ کو طاقت دیتی ہے ۔ اعصاب کو طاقت بخشتی ہے ۔ اور کونین کے نقصان کے بغیر جسم کو ملیریا کے بداثرات سے صاف کر دیتی ہے ۔ شفائی پرانے اور سخت بخاروں میں شباکن کے ساتھ دی جائے ۔ تو ان کو توڑنے میں کامیاب ہوتی ہے ۔ جو بخار نہایت سخت ہوتے ہیں ۔ اور ٹوٹنے میں نہیں آتے ۔ کونین کے ٹیکوں سے بھی ان کو فائدہ نہیں ہوتا ۔ وہ شفائی کو شباکن کے ساتھ دینے سے خدا تعالیٰ کے فضل سے ٹوٹ جاتے ہیں ۔ اور اعصاب کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچتا ۔ ہر گھر میں ان دواؤں کا ہونا بہت سے اخراجات سے بچا لیتا ہے ۔ قیمت یکصد قرص شباکن ۲ اور پچاس قرص عہ شفائی درجن ۸ر علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ : دواخانہ خدمت خلق قادیان

هو الشافی

دردِ دندان کی المول دوا دانتوں کے درد کیلئے اکسیر

روتا آئے اور ہنستا جائے

جو اصحاب دانتوں کی شدید درد میں مبتلا ہوں اور کافی دیر تک علاج کرانے کے باوجود آرام کی صورت نظر نہ آتی ہو ۔ تو مقامی اصحاب کم از کم پانچ روز تک ہمارے پاس بطور آزمائش تشریف لاکر تسلی فرما سکتے ہیں ۔ بعد میں ایک شیشی جس کی قیمت دو روپیہ ہے ۔ خرید کر خود استعمال کر سکتے اور دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں ۔ بیرونی اصحاب خرچ پیکنگ اور ڈاک کے ذمہ دار ہوں گے ۔ پہلی ہی دفعہ لگانے سے درد فوراً جاتا رہتا ہے

ڈاکٹر عبدالرحیم دہلوی ممتحن چشم الحکم سٹریٹ قادیان

محلہ باب الانوار میں نہایت باموقع زمین

۳ کنال کا قریباً مستطیل رقبہ جو کہ ۲۰ فٹ کی سڑک پر واقع ہے آبادی میں ہوا ہے ۔ قابل فروخت ہے ۔ ایسے خریدار کو جو کوٹھی بنانا چاہیں نہایت موزوں ہے قیمت وغیرہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت یا مجھ سے مل کر زمین دیکھ کر ہو سکتا ہے ۔

علی حسن ہیڈ ڈرافٹسمین (ریٹائرڈ) محلہ باب الانوار قادیان

عرق نور رجسٹرڈ

عرق نور رجسٹرڈ ضعف جگر ۔ بڑھی ہوئی تلی ۔ پرانا بخار ۔ پرانی کھانسی ۔ دائمی قبض ۔ درد کمر ۔ جسم پر خارش ۔ دل کی دھڑکن ۔ یرقان ۔ کثرت پیشاب اور جوڑوں کے درد کو دور کرتا ہے ۔ معدہ کی بےقاعدگی کو دور کر کے سچی بھوک کو پیدا کرتا ہے ۔ اپنی مقدار کے برابر صالح خون پیدا کرتا ہے ۔ کمزوری اعصاب کو دور کر کے قوت بخشتا ہے عرق نور ۔ عورتوں کی جملہ ایام ماہواری کی بےقاعدگی کو دور کر کے قابل اولاد بناتا ہی بالخصوص اٹھرا کی لاجواب دوا ہے ۔

نوٹ ۔ عرق نور کا استعمال صرف بیماروں کیلئے مخصوص نہیں بلکہ تندرستوں کو آئندہ بہت سی بیماریوں سے بچاتا ہے ۔ قیمت فی شیشی یا پیکٹ دو روپیہ صرف علاوہ محصولڈاک

المشتہر ۔ ڈاکٹر نور بخش اینڈ سنز عرق نور رجسٹرڈ قادیان پنجاب

ایک عظیم الشان تبلیغی سکیم

بفضل خدا ہمارے تبلیغی مشن ۔ یورپ ۔ امریکہ ۔ افریقہ وغیرہ ممالک میں قائم ہیں ۔ ان کو انگریزی تبلیغی لٹریچر کی سخت ضرورت ہے ۔ ان کے اس کام میں مدد کرنے کے لئے اگر ہمارے احباب ہم کو صرف تین روپیہ ارسال کریں گے تو ہم دس تبلیغی کتابوں کا رعایتی قیمت کا سیٹ جس مشن کو وہ چاہیں بذریعہ رجسٹری روانہ کریں گے اسی طرح ہمارے احباب کی طرف سے مشن کو تبلیغ کے کام میں سہولت ہوگی اور ان کو تمام جہان میں تبلیغ کرنے کا ثواب حاصل ہوگا ۔ اس کے علاوہ جو احباب اس تبلیغی سکیم میں حصہ لیں گے ۔ ان کے نام کی ایک فہرست میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت مبارک میں ہر ماہ برائے دعا ارسال کی جائے گی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

عبداللہ الہ دین سکندر آباد دکن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

دہلی ۲ ستمبر۔ آج صبح عبوری حکومت کے سات ایگزیکٹو ممبروں کے اپنے اپنے عہدوں کا چارج لے لیا۔ اور حلف اٹھانے کی رسم ادا کی۔ پانچ ممبر آج کی رسم میں شامل نہیں ہو سکے۔ سب سے پہلے پنڈت نہرو نے حلف اٹھایا۔ اور اس کے بعد دوسرے ممبروں بابو راجندر پرشاد، مسٹر سرت چندر بوس، مسٹر آصف علی، مسٹر جگ جیون رام، سید علی ظہیر اور سردار پٹیل نے باری باری حلف اٹھایا۔ اس رسم کے بعد سب ممبران سیکرٹریٹ میں جاکر مختلف محکموں کو دیکھتے رہے۔ اور پھر اپنے اپنے عہدوں کا چارج سنبھال لیا۔ اس اثنا میں جب کہ حلف کی رسم ادا کی جا رہی تھی مسلم لیگ کے بعض ممبروں نے سیاہ جھنڈیوں کے ساتھ سیکرٹریٹ کے سامنے مظاہرہ کیا۔ جملہ ممبران آج شام اخبارات کے نمائندگان کو بیان دیں گے۔

دہلی ۲ ستمبر۔ سر شفاعت احمد خاں نے آج ایک بیان میں بتایا کہ میرے زخم بھر گئے ہیں۔ صرف کمزوری باقی ہے۔ امید ہے ایک ہفتہ تک چلنے پھرنے کے قابل ہو سکوں گا۔

دہلی ۲ ستمبر۔ ۱۸۔۱۹ ستمبر کو آل انڈیا سٹیٹ پیپلز کانفرنس کی سٹینڈنگ کمیٹی کا اجلاس ہو گا جس میں غور کیا جائیگا کہ پنڈت نہرو کی جگہ کانفرنس کا صدر کسے مقرر کیا جائے۔

بمبئی ۲ ستمبر۔ آج صبح بمبئی میں کرفیو آرڈر کا وقت ختم ہونے کے بعد چھرا گھونپنے کی کچھ وارداتیں ہوئیں۔ لیکن اتلاف جان نہیں ہوا۔ پولیس نے سارے شہر کو کنٹرول میں کر رکھا ہے۔ اور خیال ہے کہ فتنہ پرداز اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

بیکانیر ۲ ستمبر۔ مہاراجہ صاحب بیکانیر نے آج ایک بیان میں بتایا کہ ریاست کی لیجسلیٹو کو زیادہ سے زیادہ عوام پسند اور آزاد بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ اور اس کو اس قدر حقوق دیئے جائیں گے کہ خود بخود ذمہ واری سنبھالنے کے قابل ہو جائے۔

لکھنؤ ۲ ستمبر۔ یوپی کے محکمہ زراعت کے پانچ ہزار آدمیوں نے قلت تنخواہ اور قلت مہنگائی الاؤنس کی وجہ سے ہڑتال کر دی ہے۔

دہلی ۲ ستمبر۔ آج نئی حکومت کے ارکان سیکرٹریٹ جانے سے قبل بھنگیوں کی کالونی میں گاندھی جی سے دعائے خیر حاصل کرنے کے لئے گئے۔ آج گاندھی جی کی خاموشی کا دن تھا۔ انہوں نے ان کو لکھ کر دعا دی اور کہا کہ انہیں چاہیئے کہ اچھوت پن کا خاتمہ کر دیں۔ نمک ٹیکس منسوخ کر دیں۔ اور ہندوستان کے لوگوں کی حالت کو درست کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں۔

بمبئی ۲ ستمبر۔ آج پھر چھرا گھونپنے کی پچاس وارداتیں اور ہوئیں۔ جن میں سے دس مہلک ثابت ہوئیں۔ اب تک ساٹھ آدمی ہلاک اور ۲۴۰ زخمی ہو چکے ہیں۔ آج امن بحال کرنے کے لئے پولیس نے چار بار گولی چلائی۔ پولیس کمشنر نے گورنمنٹ کے حکم کے ماتحت فساد زدہ علاقہ میں دو روز کے لئے چوبیس گھنٹہ کا کرفیو آرڈر نافذ کر دیا ہے۔ اب تک پانچ سو گرفتاریاں عمل میں لائی جا چکی ہیں۔

مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس کا ورود حیفہ

حیفہ یکم ستمبر۔ مکرم مولوی محمد شریف صاحب مجاہد فلسطین بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں کہ مکرم جناب مولوی جلال الدین صاحب شمس آج یہاں بخیر و عافیت پہنچ گئے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جماعتوں کے تمام عہدہ داران کیلئے نہایت ضروری اعلان

انسپکٹران تحریک جدید کی رپورٹوں سے معلوم ہوا ہے کہ بعض جماعتوں میں مقامی جماعت کے سیکرٹریان مال محاسب اور محصل صاحبان تحریک جدید کے چندے کی وصولی میں کوشش نہیں کرتے۔ اگر کوئی ان کو تحریک جدید کا چندہ دیدے تو لے لیتے ہیں۔ ورنہ وہ جس طرح صدر انجمن کے چندہ کا مطالبہ کرتے ہیں تحریک جدید کے چندے کے بارے میں مطالبہ نہیں کرتے۔ بلکہ بعض جگہ کے عہدے دار تو کہہ دیتے ہیں کہ اپنے سیکرٹری مال تحریک جدید کو چندہ دیں۔ یہ درست نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ صدر انجمن کے مقامی جماعتوں کے عہدہ دار امیر۔ پریذیڈنٹ۔ سیکرٹری مال۔ محاسب۔ محصل۔ آڈیٹر امین وغیرہ سب کے سب تحریک جدید کے چندے کے متعلق خواہ وصولی چندہ کا معاملہ ہو یا وعدہ لینے کا موقعہ۔ جو بھی صورت ہو تمام عہدہ دار تحریک جدید کے ہر قسم کے چندوں کے بھی اسی طرح ذمہ وار ہیں جسطرح صدر انجمن کے چندوں کے۔ جس طرح صدر انجمن کے سیکرٹری مال کو صدر انجمن کے چندوں کی نگرانی کرنی چاہیئے اسی طرح تحریک جدید کے سیکرٹری کو تحریک جدید کے چندوں کی نگرانی کرنا ضروری ہے جس طرح صدر انجمن کے مقامی محاسب کا فرض ہے کہ وہ حساب و کتاب کا ذمہ وار ہے اور بقایا وغیرہ سے باقاعدہ اطلاع دیتا رہے۔ اسی طرح مقامی محاسب ذمہ وار ہے کہ وہ تحریک جدید کے چندوں کا باقاعدہ حساب رکھے۔ جس طرح صدر انجمن کا مقامی جماعت کا محصل ذمہ وار ہے کہ اپنے ممبران سے چندہ وغیرہ وصول کر کے باقاعدہ اپنی جگہ جمع کرائے۔ اسی طرح صدر انجمن کا محصل ذمہ وار ہے کہ تحریک جدید کے چندوں کو باقاعدہ وصول کر کے اپنی جگہ پر جمع کرائے۔ غرض صدر انجمن احمدیہ کے تمام عہدہ دار تحریک جدید کے ہر قسم کے کاروبار کے سرانجام دینے کے لئے ایسے ہی ذمہ دار ہیں جیسے کہ صدر انجمن کے۔ پس مالی کام کرانے والے محصل۔ محاسب اور سیکرٹری مال بھی اپنے فرائض کے پورا کرنے میں اسی طرح ذمہ وار ہیں۔ اور انہیں تحریک جدید کے چندوں کی پورے طور پر وصولی وغیرہ کرنی چاہیئے

فنانشل سیکرٹری تحریک جدید

رسید مژدہ کہ ایام نوبہار آمد

(حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے قلم سے)

"حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح الاولؓ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت میں سب سے بڑے روحانی طبیب تھے اسی طرح ساری عمر آپکی جسمانی بیماریوں کو چنگا کرنے کی فکر میں گذری۔ طبی دنیا میں جو شہرت آپکو حاصل تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ راجا سے لے کر پرجا تک سب پر آپؓ کا فیض جاری تھا۔ ایک طرف اگر جموں و کشمیر کا عظیم الشان مہاراجہ سالہا سال تک آپؓ کے زیر علاج رہا تو دوسری طرف آپؓ کے لئے یہ امر باعث فخر تھا کہ عالم روحانیت کا عظیم الشان بادشاہ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی جب سے آپؓ قادیان ہجرت کر کے آئے وصال تک معالج رہے۔ حضرت حکیم الامت یونانی، ویدک اور انگریزی تینوں طریقوں سے علاج کرتے تھے۔ آپؓ نے اپنی ساری عمر کے تیر بہدف مجربات اپنی قلم سے ایک بیاض میں قلمبند کئے جس میں ہر مرض کے بےنظیر سے بےنظیر نسخے درج ہیں۔ یہ بیاض آپکے صاحبزادوں کے پاس ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی اسی وقت سے آجتک گو آپکے شاگردوں نے بعض بعض نسخے بنا کر پبلک کو دیئے مگر یہ گنجینہ پوری طرح دنیا پر بند رہا۔ آپؓ کی وفات کے ۳۲ سال بعد خدا تعالیٰ نے آپؓ کے صاحبزادوں کو یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے حاذق الملک باپ کے مخفی مجربات کو اپنی نگرانی میں دیانت، امانت، سچائی اور توجہ سے خالص اور صحیح اجزاء سے تیار کر کے دنیا کے فائدہ کیلئے پبلک میں لائیں اور ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق بنیں۔ انکی طرف سے اخبار الفضل کی ایک قریب کی اشاعت میں اس امر کا اعلان ہو چکا ہے۔ میں علی وجہ البصیرت اس امر کے اعلان کی جرأت کرتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے صاحبزادگان پوری توجہ، اخلاص اور ہمدردی کے ساتھ بےنظیر باپ کے بےنظیر نسخوں کو اپنی نگرانی میں بنوا رہے ہیں اس لئے تمام دوستوں سے درخواست ہے کہ وہ اعلان کردہ ادویہ یا جو بھی نسخہ بنوانا چاہیں وہ آرڈر دیکر بنوا سکتے ہیں۔ بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ الحکیم الامتؓ کے فیض کو تا ابد جاری فرمائے۔ آمین ثم آمین"

دواخانہ نورالدینؓ قادیان